# درایت اجتہادی استقراء اور موقف امام بخاری رحمہ اللہ علیہ تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر عبد الغفار: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، (نارووال کیمپس)
حافظ انتظار احمد: ریسرچ اسسٹنٹ الاضواء، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
ڈاکٹر حافظ مسعود قاسم: لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان

**Abstract**:
The study Ahaad albukhare narrative and the hadith presented in it, gives you the strength of your power and energy and it is known that Imaam Bukhare with the goal of sharia and the ahadic and sunna with its elaboration and depths solving problems of their era has been resolved and as far as diverse disciplines have been introduced. they are presented with the correct hades with the support rahul salaf by establishing diverse chapters.
There are issues such as worship matters believes collectives ages economic political and abortion.as a result of some narrations there are several points mentioned in the book albukhare objectives in view of shareya are deeply looked in the virtua of the religion. kitabul toheed.....he rejected the seduction of hadic by kitabul eetasaam. Kitabul Sunna and Kitabul Aahaad....he described what is the significance of parliament now in the democracy system by Kitabul Ammaraa. there are tips on it. How can a parliamentary parliament be drawn into Islamic suraa ideology? kitabul bayoo and kitabul silm has been offered a comprehensive soulaction to all modern economic issues social sciences twentieth century and the new ideas of the new ideas are presented in sharia guidance in the authenticity of Imam Bukhare in the light of these principles of view social studies can be done according to the law which is important for the sublime.

اجتہاد ہر دور کی اہم ضرورت ہے اہل علم و فن کے نزدیک اسکی اہمیت شروع سے ہی مسلم رہی ہے اور یہ دین حنیف کا ایک ایسا حرکی تصور ہے جو فکری جمود سے آزاد کرواتا ہے، زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات عالمگیریت کے نتیجہ میں اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اگر ہم اس کے تاریخی ارتقاء پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی الٰہی کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کو دین سکھاتے اگر وحی نازل نہ ہوتی تو آپؐ شریعت الٰہی کی تعلیمات میں غور و فکر کرتے اور اجتہاد کے ذریعے مسائل کو حل فرماتے۔ جس کی امثلہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین نے بھی اسی منہج نبوت کو اختیار کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرتے رہے کیونکہ تاریخی مطالعہ اس بات کا شاہد ہے کہ اس دور کی سپر طاقتیں روم، فارس بھی زیر نگیں ہو کر خلافت اسلامیہ تین براعظموں، ایشاء، افریقہ اور یورپ تک پھیل چکی تھیں، نئی تہذیبوں اور متمدن معاشروں سے رابطہ ہونے کی صورت میں نئے مسائل بھی سامنے آئے جن کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کی اہمیت روز بروز بڑھنے لگی اور اہل الاثر اور اہل الرائے کے نام سے دو مکاتب فکر بڑے مشہور ہوئے اہل الاثر کے سرخیل مشہور تابعی سعید بن مسیبؒ ہیں ان کے اجتہادات کو امام مالک بن انسؒ

نے فروغ دیا اسی طرح اہل الرائے کے سرخیل ابراہم نخعیؒ ہیں ان کے اجتہادات کو امام ابو حنیفہؒ نے فروغ دیا۔ مگر ان دونوں کے درمیان حسین امتزاج امام شافعیؒ نے پیدا کیا کیونکہ آپ امام مالکؒ کے براہ راست شاگرد تھے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے شاگرر شید امام محمد بن حسن الشیبانی سے بھی استفادہ کرتے رہے تھے۔ آپ نے اجتہادی اسالیب کو ایک نیا رخ دیا اور اصول حدیث اور فقہ کے موضوع پر ''الرسالۃ'' نامی کتاب لکھی اور تیسری صدی ہجری میں حدیث و فقہ کے مسلمہ امام حضرت ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے اجتہاد کا ایک ایسا اسلوب متعارف کروایا جس کی بنیاد روایت و درایت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث پر تھی اور الجامع الصحیح کی ترتیب و تدوین میں اجتہاد و فقہ کو اتنی اہمیت دی کہ مشہور ہو گیا کہ ''فقہ البخاری فی تراجمہ۔''

امام بخاریؒ نے مقاصد شریعت کی روشنی میں قرآن و سنت کے اطلاق کے متنوع اسالیب کو اجتہاد و قرار دیا ہے اور ان اسالیب کی نسبت صحابہ کرامؓ تابعین، سلف صالحین کی طرف کی ہے۔ امام صاحبؒ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں اسی بات پر زور دیا ہے کہ استخراج و استدلال کے وہی مناہج و اسالیب درست ہیں جن پر صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کیا۔ آنے والی سطور میں ہم درایت اجتہادی یا استقراء کو سید المحدثین امام بخاریؒ کی الجامع کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

اہل لغت نے درایت کے معنی جاننے کے کیے ہیں کتب لغت میں اس سے مراد بالواسطہ علم اور خاص انداز سے کسی چیز کا جاننا یا اس کی پہچان حاصل کرنا ہے دری یدری درایۃ، دریانا، دریا دریۃ کے معنی معرفت حاصل کرنے کے ہیں لفظ درایت متقدمین کے نزدیک کسی خاص علم کی اصطلاح نہیں تھی کیونکہ امام علی بن محمد بن علی جرجانی کی کتاب ''التعریفات'' جس میں تمام علوم و فنون کی تعاریف کو جمع کیا گیا ہے اس میں درایت کی کوئی تعریف نہیں کی گئی مگر متاخرین نے اس اصطلاح کو اپنے اپنے انداز سے استعمال کیا ہے مثلاً درایت اجتہادی، درایت تفسیری، درایت فقہی، درایت قضائی درایت تاریخی وغیرہ تاہم یہاں درایت جتہادی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اسی پہلو سے بحث ہو گی۔ درایت اجتہادی استنباط و استخراج، استدلال کا دوسرا نام ہے جس کا تعلق سراسر ایک مجتہد کے ساتھ ہوتا ہے جب مختلف دلائل کو ملا کر کسی ایک حکم کا استنباط کیا جائے یا اقتضائے حال کے پیش نظر کسی بات کا استخراج کیا جائے اور مجتہد انتہائی غور و خوض کے بعد کسی ایک نتیجہ پر پہنچ کر مطمئن ہو رہا ہو یعنی ایسا نتیجہ جو ظاہری الفاظ یا ظاہری کلام کے باطن میں پوشیدہ ہو تو اس کو درایت اجتہادی کہتے ہیں۔

**طاش کبری زادہ احمد بن مصطفی خلیل درایت اجتہادی کے متعلق لکھتے ہیں:**

''هو علم باحث عن المعنى المفهوم من الفاظ الحديث وعن المراد منها مبنيا على قواعد ا لعربية وضوابط الشريعة مطابقا الاحوال النبى ﷺ۔''۱؂

''یہ ایسا علم ہے جس میں معنی و مفہوم میں غور و خوض کیا جاتا ہے جو الفاظ حدیث اور مراد حدیث سے سمجھ آ رہا ہو جس کی بنیاد ایسے قواعد عربیہ و ضوابط شرعیہ پر ہوتی ہے جو احوال رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو۔''

## حافظ عبداللہؒ لکھتے ہیں:

''درایت اجتہادی استنباط کو کہتے ہیں جیسے سیاق کلام سے کسی مطلب پر مطلع ہو جانا یا دو تین باتوں کو ملا کر ان سے ایک مناسب نتیجہ نکالنا یا باعث کلام یا مقتضی حال یا وضع متکلم کو دیکھ کر اس سے کوئی بات استخراج کرنا۔'' ۲؎

حافظ صاحبؒ نے فقہی درایت کو درایت اجتہادی کے نام سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

عبارت کے سرسری مطلب کے علاوہ دیگر معانی سب درایت اجتہادی میں شامل ہیں۔ جیسے بھنگ چانڈو غیرہ کو نشہ کی وجہ سے شراب پر قیاس کر کے حرام قرار دینا بھی درایت اجتہادی ہے اسی طرح آیت (وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ) سے کفار کے صحت نکاح کا مسئلہ نکالنا یعنی اس کے نکاح آپس میں صحیح ہیں۔

اسی طرح مقتضٰی حال کا لحاظ کر کے ابن عباسؓ کا سورۃ (اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) سے آپؐ کی وفات کا قریب سمجھنا۔ جبکہ استقراء کے لغوی معنی تتبع اور تلاش کرنے کے ہیں۔ ۳؎

## اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے:

''جزئیات کا بغور مطالعہ کر کے کلی حکم اور قاعدہ ثابت کرنا۔ جو ایک حقیقت کا درجہ اختیار کرلے۔'' ۴؎

لہذا جزئیات کا مشاہدہ کرنے سے جو نتیجہ برآمد ہو، اسے استقراء کہتے ہیں۔

## قرآن کریم نے تعقل اور غور و فکر پر بہت زور دیا ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ۵؎

''اے نبی ﷺ) ان سے کہہ دیجیے کہ زمین میں چلو پھر واور دیکھو کہ اس نے کس طرح ابتداًپیدائش کی۔''

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر عقل کے استعمال پر زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) ۶؎

''ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کر دیں اگر عقل مند ہو (تو غور کرو)۔''

ایک جگہ پر اللہ تعالٰی نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) ۷؎

''وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے پھر (تمہیں بڑھاتا ہے کہ) تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ۔ تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے، تاکہ تم مدت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو۔''

انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت کر دی گئی ہے کہ اپنے آس پاس کی چیزوں کو دیکھ کر کچھ اصول وضع کر لیتا ہے، مثلا ایک ان پڑھ کسان یہ علم رکھتا ہے کہ گندم کا بیج زمین میں ڈالنے سے قبل زمین کو نرم کرنا ضروری ہے، ورنہ

گندم کا نازک پودا سخت زمین کا سینہ چیر کا اپنا سر مٹی سے باہر نہیں نکال سکتا۔اس کے علاوہ گندم کے بیج کو پانی، دھوپ اور ہوا وغیرہ بھی مناسب مقدار میں ملتی رہنی چاہیے۔ان پڑھ انسان کو یہ بات کسی زرعی یونیورسٹی کی تعلیم و تحقیق سے معلوم نہیں ہوئی بلکہ اس کا زندگی بھر کا تجربہ اسے بتاتا ہے کہ یہ بات بالکل سچ ہے۔اس کا یہ تجربہ اس کے چھوٹے سے گاؤں کے چند کھیتوں تک محدود ہے جہاں اس نے مختلف کھیتوں میں گندم کے بیج کو اس طرح ایک پودا بنتے دیکھا۔ جس سے اس نے یہ عمومی قاعدہ یا اصول بنالیا کہ بیج اس وقت نشوونما حاصل کرتا ہے جب کھیت کی مٹی نرم ہو اور اسے پانی، دھوپ اور ہوا وغیرہ بقدر ضرورت ملے۔

مقتول کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے سے استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا اعلان فرمارہا ہے قیامت کے دن دوبارہ مردوں کا زندہ ہونا منکرین قیامت کے لیے ہمیشہ حیرت و استعجاب کا باعث رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف اسلوب و پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

**سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پانچ مثالیں بیان فرمائیں:**

**پہلی مثال:** (ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْم بَعْدِ مَوْتِكُمْ) ۸۔

**دوسری مثال** یہی ہے۔

**تیسری مثال:** (مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ) ۹۔

**چوتھی مثال:** (فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِاءَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ) ۱۰۔

**پانچویں مثال:** اس کے بعد والی آیت حضرت ابراہیمؑ کے طیور اربعہ کی ہے۔درج بالا امثلہ سے یہ ثابت ہوا کہ سیاق کلام سے کسی مطلب پر مطلع ہونا یا دو تین باتوں کو ملا کر ان سے ایک مناسب نتیجہ نکالنا یا مقتضائے حال یا وضع متکلم کو دیکھ کر اس سے کوئی بات اور نتیجہ نکالنا استقراء کہلاتا ہے۔۱۱۔

مثال: عدالت میں بیان واقعات کے بعد قاضی نتیجہ نکال کر جو فیصلہ کر دیتا ہے اسے استقراء کہتے ہیں یا اسے درایت اجتہادی بھی کہا جا سکتا ہے۔اسی طرح بھنگ، چرس اور افیون وغیرہ کو نشہ کی وجہ سے شراب پر قیاس کر کے حرام قرار دینا۔

**اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے:**

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۱۲۔

سے کفار کے صحت نکاح کا مسئلہ نکالنا یعنی ان کے آپس میں نکاح صحیح ہیں

**اسی طرح:** وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا) ۱۳۔

اور دوسری آیت: (وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ) دونوں کو ملا کر نتیجہ نکالنا کہ کم سے کم مدت حمل چھ ماہ ہے (کیونکہ تیس مہینوں سے دو سال نکالنے پر باقی چھ ماہ رہ جاتے ہیں۔)

**استقراء کی دو قسمیں ہیں۔**

ا۔استقراء تام ۲۔استقراء ناقص

**استقراء تام:** استقراء تام کا مطلب یہ کہ کسی قضیہ کی تمام جزئیات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایسا کلی حکم ثابت کرنا جو اس کی تمام جزئیات کو شامل ہو۔ مثلا فرض نماز ہو یا نفل نماز، ان میں سے ہر ایک کے لیے طہارت ضروری ہے، لہذا ہر نماز کی ادائیگی کے لیے طہارت ضروری ہے، مگر نزاعی صورتوں کے علاوہ۔

اسی طرح بیع ایک معاہدہ ہے اور ہر معاہدے کا لازمی حصہ رضامندی ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں تسلیم کرلی جائیں تو پھر اس کا نتیجہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ بیع کے لیے رضامندی ضروری ہے۔

استقراء تام میں کسی قضیہ کی جزئیات سے متعلق اقوال تسلیم کر لینے کے بعد ان کا نتیجہ تسلیم کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

**استقراء ناقص:** کسی قضیہ کے لیے کوئی حکم اس بنا پر ثابت کرنا کہ وہ حکم اس قضیہ کے بعد یا اکثر جزئیات میں بھی ثابت ہے، استقراء ناقص کہلاتا ہے، مثلا ہر جانور کھانے اور بولنے کے لیے اپنے منہ کا نچلا جبڑا حرکت میں لاتا اور استعمال کرتا ہے یہ بات مختلف حیوانات اور انسان کے جبڑوں کے مطالعہ ومشاہدہ کے بعد ایک قاعدہ عامہ کے طور پر کہی جاتی ہے، لیکن مگر مچھ اپنا اوپر والا جبڑا ہلاتا اور استعمال میں لاتا ہے۔ مگر مچھ کا یہ فعل دیگر تمام حیوانات کے نچلے جبڑے کو ہلانے کے فعل کے خلاف ہے لہذا استقراء ناقص سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ ضروری نہیں ہے کہ سو فیصد سچ ہو۔ ان میں استثناء کا احتمال ہمیشہ ہوتا ہے۔ استقراء ناقص کی ایک مثال امام شافعیؒ کا یہ فتویٰ ہے کہ وتر واجب نہیں ہے، کیونکہ وتر کی نماز سواری پر ادا کی جاسکتی ہے اور وہ نماز جو سواری پر ادا ہو جائے وہ واجب نہیں ہوتی۔۱۴؎

اسی طرح ایسی خاتون جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت کے بارے میں امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کی مدت حیض کے حوالے سے اس کی قریبی رشتہ دار خواتین کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ وہ طبعی اور خلقی طور پر ان سے قربت رکھتی ہے۔۱۵؎

استقراء ناقص سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کا درجہ یقین کا نہیں بلکہ غالب یا راجح ظن کا ہوتا ہے۔۱۶؎

## استقراء اور امام بخاریؒ:

استقراء کے حوالے سے امام بخاریؒ کی رائے کو ذیل کے دو نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ا۔ضابطہ ہے کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ۶۰ دن ہو گی۔

"كتاب الحيض، بابُ مَن سُمى النفَاسَ حَيْضاً والحيضُ نِفَاسا۔"

امام بخاریؒ نے یہ بات منعقد فرما کر ایک تواصل کی جانب اشارہ کیا ہے کہ نکلنے والے خون کا اصل نام نفاس ہے، لیکن اس کی تعبیر معنیٰ اخص کے ساتھ کی ہے یعنی نفاس کو حیض اور حیض کو نفاس کا نام دیا ہے۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر نفاس کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟ کیونکہ اس کی تعیین کے بغیر شرعی احکامات پر عمل ناممکن ہے۔ امام بخاریؒ اجتہاد کی تربیت دینا چاہتے ہیں کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہو سکتی ہے اس کی تحقیق کی جائے۔ اسی تحقیق ہی کا نام استقراء ہے۔ استقراء کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ نفاس کی مدت ۶۰ دن ہے اور یہی مذہب شافعی ہے۔۱۷؎

اگرچہ بعض لوگوں نے استقراء کو نظرانداز کرتے ہوئے ام سلمہؓ کی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ اللہ کے نبی کریم ﷺ کے دور میں نفاس والی عورتیں چالیس دن شمار کرتی تھیں لیکن اس کا اس سے کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ چالیس کا عدد ساٹھ میں داخل ہے اور دوسرا یہ کہ بوجہ استقراء ۶۰ دن ثابت ہو چکا ہے اور یہی امام بخاریؒ کا مقصود ہے۔

امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا کہ (نفاس کو حیض کہنا) مگر وہ ایسی حدیث نہ لا سکے کیونکہ کوئی حدیث ان کی شرط پر نہ تھی جس میں نفاس کو حیض کہا گیا ہو بلکہ حدیث وہ پیش کرتے ہیں جس میں حیض کو نفاس کہا گیا ہے۔

**ابن رشدؒ امام بخاریؒ کی درایت اجتہادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

"مراد بخاری ان یثبت أن النفاس ھو الاصل فی تسمیۃ الدم الخارج۔" ۱۸؎

" امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ نفاس دراصل نکلنے والے خون کا نام ہے اسی لیے دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔"

**حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:**

"ان حکم الدم النفاس حکم دم الحیض۔" ۱۹؎

"نفاس کے خون کا حکم حیض کے خون جیسا ہے۔"

**علامہ ابن منیرؒ لکھتے ہیں:**

"ان حکم الحیض والنفاس فی منافاۃ الصلاۃ۔" ۲۰؎

"یہ کہ حیض کا حکم نفاس کے حکم سے ہے کیونکہ دونوں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔"

**شاہ ولی اللہ محدثؒ رقم طراز ہیں:**

"حاصل ما ارادہ البخاریؒ ان اطلاق الحیض علی النفاس والنفاس علی حیض شائع فیما بین العرب فکان ما ثبت من الاحکام الحیض ثابتا النفاس ایضا۔۔۔" ۲۱؎

"حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حیض کا اطلاق نفاس پر ہے اور نفاس کا اطلاق حیض پر ہے پس جو احکامات حیض کے لیے ہیں وہی نفاس کے لیے بھی ہیں یہاں یہ بات پیش نظر ہے کہ نفاس کے بارے میں شارح نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔"

**بدرالدین بن جماعہؒ فرماتے ہیں:**

ترجمۃ الباب اور حدیث میں فقہی فائدہ یہ ہے کہ نفاس کا حکم بعینہٖ حیض کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں میں حرام چیزیں یکساں ہیں اور دونوں پر غسل واجب ہے کیونکہ نفاس حیض ہی کا خون ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ ۲۲؎

علامہ خطابیؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ حیض اصل لفظ نفاس سے ماخوذ ہے اور وہ خون ہے۔ ۲۳؎

**۲۔ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے:**

کتاب التفسیر، باب (وَاُولاَتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَہُنَّ۔۔۔)

امام بخاریؒ ان آیات کی تفسیر میں جہاں دیگر مقاصد کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہاں ضمنی طور پر یہ بات بھی سمجھانا چاہتے ہیں کہ عدت کے معاملات پر تبھی پوری طرح عمل ہو سکتا ہے جب تک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین کر لیا جائے۔ مثال کے طور پر جب تک یہ واضح نہ ہو کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے اس وقت تک عورت کی عدت ختم نہیں ہو گی اور وہ آگے نکاح نہیں کر سکتی۔ یہ ایک اشارہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا علم ہونا ضروری ہے اور اس کی تعیین استقراء ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ امام بخاریؒ نے خود تو کسی معین مدت کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن اس طرف توجہ ضروری دلوائی ہے۔

اس سلسلہ میں جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے اور یہ چیز بنی عجلان کی عورتوں میں پائی جاتی تھی، جبکہ بعض لوگ یہاں پر صحابیؓ کے ایک اثر کی بناء پر کہتے ہیں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ استقراء کے بعد چار سال کی مدت ثابت ہو چکی ہے، جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ ۲۴۔

امام بخاریؒ جب ترجمۃ الباب منعقد کرتے ہیں تو سب سے پہلے آیت مبارکہ ذکر کرتے ہیں پھر مرفوع متصل حدیث نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعد کسی صحابی کا اثر یا کسی تابعی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں اس اسلوب کا آپؒ نے بہت اہتمام کیا ہے یہ ایک مجتہد کے لیے لازمی و ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے استدلال و استنباط درایت اجتہادی کے لیے تعرض سے کام نہیں لیا بلکہ اس کو اپنے مابعد اہل علم کے تدبر و تفکر کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

امام بخاریؒ کسی مسئلہ کے ساتھ ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں پھر ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے کسی صحابی سے ایسی مختصر حدیث نقل کرتے ہیں جو ان کی شرط پر پورا اترتی ہو، لیکن اس حدیث میں اس مسئلہ کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں ہوتا جس کے ساتھ ترجمۃ الباب قائم کیا گیا ہے تاہم امام بخاری کسی معاین صحابی سے اس مختصر حدیث کو ذکر کر کے اسی صحابی سے مروی کسی دوسری حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جس میں مذکور مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور یہ بات بہت ضروری و لازمی ہے کہ اس مختصر حدیث میں مسئلہ کے اثبات کے لیے کوئی اشارہ موجود ہونا چاہیے اگرچہ وہ صراحت کے ساتھ نہ بھی ہو۔

### مثال: باب طول القیام فی صلاۃ اللیل۔

امام بخاریؒ نے اس باب میں سیدنا حذیفہؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے:

"ان النبیﷺ اذا قام للتھجد من الیل یشوص فاہ بالسواک۔" ۲۵۔

اب اس حدیث میں طول قیام کا ذکر موجود نہیں لیکن حضرت حذیفہؓ سے ایک اور حدیث مروی ہے جس میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ نبی کریمﷺ نے نماز پڑھی آپؐ نے سورہ البقرہ کے ساتھ نماز کی قرأت شروع کی حتیٰ کہ آپؐ نے سورہ النساء اور ال عمران بھی پڑھ لیں اب اس حدیث میں طول قیام کا ذکر موجود ہے جبکہ مذکورہ مختصر حدیث میں طول قیام کی طرف اشارہ موجود تھا وہ اشارہ لفظ قام ہے جو اس میں آیا تھا اور قیام کے لیے رسول اللہﷺ کا مسواک کے ساتھ اہتمام کرنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ لمبا قیام فرماتے تھے۔

## اصولی اصطلاحات کا استعمال اور درایت اجتہادی:

امام بخاریؒ اصولی اصطلاحات سے مسائل کا استنباط فرماتے ہیں جیسے دلالۃ النص، عبارۃ النص، اشارۃ النص اقتضاء النص، معموم النص وغیرہ کبھی بھی ایک نظیر کو دوسری نظیر پر محمول کرنے کے ساتھ بھی مسائل کا استنباط کرتے ہیں جیسے قیاس العلۃ، قیاس الدلالۃ وغیرہ۔

## دلالۃ النص کی مثال:

امام بخاری باب قائم کرتے ہیں: باب الاستماع فی الخطبۃ

اس باب میں امام صاحب نے جمعہ والے دن مساجد کے دروازوں پر کھڑے ہونے والے فرشتوں کے بارے میں جو کہ مسجد میں داخل ہونے والوں کے نام لکھتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے۔

فاذا خرج الامام طووا الصحف ویستمعون الذکر۔

''جب امام مسجد میں آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے ذکر الٰہی کو غور سے سنتے ہیں۔''

اس حدیث کو نقل کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب فرشتے ذکر الٰہی کو سنتے ہیں تو خطبہ جمعہ کو بالاولی سنتے ہوں گے یہ دلالۃ النص ہے۔

## قیاس العلۃ سے استنباط مسئلہ کی مثال:

امام صاحب نے ایک باب قائم کیا ہے: باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ۔

اس باب میں امام صاحب نے حدیث بیان فرمائی جو اس شخص کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتی کہ اس کو ادا کر لیتا ہے یہ شخص اس آدمی سے زیادہ فضیلت والا ہے جو نماز عشاء ادا کر کے سو یا رہتا ہے۔ یہ حدیث نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے لیکن امام بخاریؒ نے نماز فجر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی فضیلت درایت اجتہادی استنباط قیاس العلۃ سے کیا ہے جب مذکورہ حدیث سے ثابت ہو گیا کہ آدمی نماز عشاء کی جماعت کا انتظار بڑی مشقت سے کرتا ہے تو یہ بات معلوم ہو گئی کہ نماز فجر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا زیادہ مشقت ہوتی ہے۔

امام بخاریؒ صحیح بخاری میں ایسے ابواب قائم کرتے ہیں جب سے درایت اجتہادی علم وتدبر کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں مثال کے طور پر دو ابواب قائم کیے۔

باب قیام لیلۃ القدر من الایمان اور باب تطوع قیام رمضان من الایمان

ان دونوں ابواب کے درمیان ایک باب قائم فرماتے ہیں۔ باب الجہاد من الایمان

امام بخاریؒ یہاں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان تینوں اعمال میں اشتراکیت پائی جاتی ہے اور وہ ایمان کی اشتراکیت ہے۔

## علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

''یعنی اشتراکھا فی کونھا من خصال الایمان۔'' ۲۶۔

دوسری اس میں اہم بات یہ ہے یہ لیلۃ القدر پانے کے لیے مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور اس میں مکمل مجاہدہ ہوتا ہے اور فی سبیل اللہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے مجاہدہ کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مناسبت مجاہدے کی ہے۔

### حافظ ابن حجرؒ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

"بل قيام ليلة القدر و ان كان ظاهرا المناسبة بالتماس ليلة القدر حسنة جدا لان التماس ليلة القدر يستدعى محافظة دائرة مجاهدة تامة فتناسبا فى ان كل منهما مجاهدة۔ ۲۷۔

اور اس میں ارکان اسلام کی تاریخ بھی بتانا چاہتے ہیں رمضان اور جہاد کی فرضیت بھی ایک ہی سال میں ہوئی۔

### خلاصۃ البحث:

امام بخاریؒ کے تراجم ابواب اور اس میں پیش کردہ احادیث کا مطالعہ کرنے سے آپؒ کی قوت اجتہادی اور مصالح و ضروریات سے آگہی کا خوب پتا چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ نے مقاصد شرعی کے ساتھ بنیادی اجتہادی اسالیب کی روشنی میں احادیث وسنن و اثار کی وسعتوں اور گہرائیوں سے مستفید ہوتے ہوئے اپنے دور کے مسائل کا حل پیش کیا ہے اور جہاں تک کے متنوع اسالیب متعارف کروائے ہیں مسائل کو متنوع ابواب قائم کر کے راہ سلف کی تائید کے ساتھ صحیح ترین احادیث سے پیش فرمایا ہے۔ جن میں عبادات، معاملات، عقائد، اجتماعیات، عمرانیات، معاشیات، سیاسیات، شورائیت جیسے مسائل شامل ہیں۔

بطور خلاصہ چند نکات درج ہیں امام بخاری مقاصد شریعت کی پیش نظر رکھتے ہوئے مصالح عباد پر گہری نظر رکھتے ہیں عقائد میں کتاب الایمان، کتاب التوحید جیسے عنوانات کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ کتاب الاحاد کے ذریعے انکار حدیث کے فتنہ کارد کیا ہے کتاب الامارہ کے ذریعے جمہوریت کے نظام میں اب پارلیمنٹ کی کیا اہمیت ہے ؟اس کی طرف اشارات موجود ہیں۔ معاصر پارلیمنٹ کو کس طرح اسلامی شورائی نظام میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ کتاب البیوع، کتاب السلم میں تمام جدید معاشی مسائل کا شرعی حل پیش کیا گیا ہے سماجی علوم سوشل سائینسز میں جو نئے افکار و نظریات سامنے آرہے ہیں ان کے بارے میں شرعی رہنمائی امام بخاریؒ کے درایت اجتہاد میں پائی جاتی ہے اور ان اصولی آراء کی روشنی میں سماجی معاشرتی علوم کو شریعت کے مطابق کیا جا سکتا ہے جو عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

## حواشی و حوالہ جات


۱۔ المنشاوی، ابوعبداللہ، محمد بن سعد، ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم، دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۱ھ، ۲،۲۱۹

۲۔ روپڑی، حافظ عبداللہ، درایت تفسیری، سٹیم پریس، امر تسر، ۱۳۸۴ھ، ص۲۱

۳۔ بلیاوی، عبدالحفیظ، المنجد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ص۶۱۷

۴۔ التعریفات، القاہرہ، ۱۹۸۹ء، ۱،۷۳: الزرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر، (۷۸۴ھ) البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء

۵۔ العنکبوت: ۲۰ ۶۔ البقرۃ: ۷۳

۷۔ المؤمن:٦٧ ٨۔البقرہ:٥٦

۹۔ البقرہ:۲۴۳ ۱۰۔البقرہ:۲۵۹

۱۱۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث، دارالامام الطبری، ۱۹۹۲ء، ۱؍۱۲۵

۱۲۔ اللھب:۴ ۱۳۔الاحقاف:۱۵

۱۴۔ الشافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، مکتبہ دارالایمان، کویت، ۱۹۹۹م، ۲؍۲۲۰

۱۵۔ کتاب الام، ۲؍۲۳۰ ۱۶۔النووی، یحییٰ بن شرف، المھذب، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۹ء، ۳؍۱۰۲۵

۱۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب من سمی النفاس حیضا والحیض نفاسا، ناشر دارالسلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، طبع الثالثہ، ۲۰۰۰ء، رقم ۲۹۸

۱۸۔ ابن حجر، فتح الباری، دارالسلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، طبع الثالثہ، ۲۰۰۰ء، ۱؍۵۳۰

۱۹۔ فتح الباری، ۱؍۵۳۰

۲۰۔ المنیر، محمد بن عبداللہ، المتوری علی تراجم ابواب البخاری، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، س ن، ۱؍۸۱

۲۱۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، شروح تراجم ابواب البخاری، دارالسلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، طبع الثالثہ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۳

۲۲۔ گنگوہی، عبدالرشید، مناسبات تراجم البخاری، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ، ص ۴۳

۲۳۔ الحزیفی، ابوسعد، عبدالرحمن، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری، دارالسلام والنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، طبع الثالثہ، ۲۰۰۰ء، ۱؍۳۱۳

۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب وَأُولاَتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَہُنَّ، رقم ۴۹۰۹

۲۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التہجد، باب طول القیام، حدیث، ۱۱۳٦

۲٦۔ شرح کرمانی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ۱؍۱۵۹

۲۷۔ ابن حجر، فتح الباری، ۱؍۹۳